سلسلہ نمبر۲۳ قسط : ۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

یزید کے متعلق سوالات اور اُن کے جوابات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین کہ ایک شخص مندرجہ ذیل حقائق پر مبنی نظریات رکھتا ہے

سوال نمبر ۱ : آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مدینۃ الروم قسطنطنیہ پر اول جہاد کرنے والے لشکر کے لیے مغفرت ہے اور امیر یزید مرحوم اُس لشکر کے کمانڈر تھے۔ لہٰذا اِس مغفرت میں وہ بھی شریک ہیں :

(الف) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ . (بخاری شریف ص ۴۱۰ ج ۱)

(ب) قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ فَحَدَّثْتُھَا قَوْمًا فِیْھِمْ اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ الَّتِیْ تُوُفِّیَ فِیْھَا وَیَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ عَلَیْھِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ. (بخاری شریف ص ۱۵۸ ج ۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سہل الحصول حوالوں سے جوابات عرض ہیں :

جواب : مولانا لعل شاہ صاحب بخاری نے اپنی کتاب میں محمود احمد عباسی کی لکھی ہوئی تقویم اور تحقیق کا

فوٹو دے کر سن وار حالات لکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ پہلا لشکر جو قسطنطنیہ پر جہاد کے لیے گیا اُس کا امیر یزید نہیں تھا۔

(۲) اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اُس لشکر کا سردار یزید ہی تھا تو شریعت کی نظر میں ایسی عام بشارتوں کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمان آخر وقت تک صحیح رہا ہو مثلاً مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ میں بھی یہ شرط ہے ورنہ یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ بالآخر جنت میں چلا جائے گا چاہے درمیان میں معاذ اللہ دوزخ میں جانا پڑے۔ اسی طرح یہاں بھی معنی لیے جائیں گے کہ بالآخر مغفرت ہو جائے گی ، تمام اہل سنت کا اِس مسئلہ میں اتفاق و اجماع ہے کہ ہر مسلمان چاہے وہ صغیرہ گناہ کرتا رہا ہو یا کبیرہ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ میں داخل ہے اور اس حدیث میں بھی مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ آیا ہے لَایَدْخُلُ النَّارَ نہیں، اس سے سلب ایمان کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

سوال نمبر۲ : بہت سے صحابہ کرامؓ نے امیر یزید مرحوم سے بیعت خلافت کی اور اُس پر قائم رہے۔ منجملہ اِن کے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ وغیرہم۔ اگر امیر یزید کافر یا فاسق و فاجر اور شرابی، زانی اور دشمن دین ہوتے تو یہ حضراتِ صحابہؓ اِن کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ فرماتے۔ اگر یہ بات نہ مانی جائے تو ان صحابہؓ پر کفر و فسق نوازی اور فجور و بدنیتی کی سرپرستی اور تعاون کا بڑا بھاری الزام آئے گا اور یہ سراسر قرآن کریم کے بیان کردہ اِس وصف کے خلاف ہے جو جماعت صحابہؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ . (سورۃ حجرات پ۲۶)

جواب : مزید وضاحت کے لیے یہ حدیثیں مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ حضرت معاذؓ روایت فرماتے ہیں :

مَا مِنْ اَحَدٍ یَّشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ. (بخاری ص ۲۴ ج۱)

''جو بھی لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدق دل سے گواہی دے گا اللہ تعالیٰ اُسے آگ پر حرام فرما دے گا''۔

(۲) وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اَنْ لَّا یُعَذِّبَ مَنْ لَّا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا

(بخاری ص ۴۰۰ ج ۱)

''اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر (اُس کے فضل سے) یہ ہے کہ جو اُس کے ساتھ ذرا بھی کسی کو شریک نہ قرار دے وہ اُسے عذاب نہ دے گا''۔

بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر دخولِ جنت کی بشارت بھی موجود ہے مثلاً حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں ہے :

(۳) مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ . (بخاری ص ۲۴ ج ۱)

''جو بندہ خدا سے اِس حالت میں ملے گا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں جائے گا''

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے :

مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ . فَقُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ. (بخاری ص ۱۶۵ ج ۱)

''میری اُمت میں سے جو بھی ایسی حالت میں مرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ چاہے اُس نے چوری کی ہو زنا کیا ہو۔ ارشاد فرمایا اگرچہ زنا اور چوری کی ہو''۔

مگر اِن سب حدیثوں کا محمل یہی ہے کہ وہ انجامِ کار بخشا جائیگا، نہ یہ کہ اُس سے سوال ہی نہ ہوگا اور جزاء وسزا سے بھی وہ بچ جائے گا۔ یہ عقیدہ کہ وہ سزا سے بھی بچ جائے گا ''کرّامیہ'' کا ہے ''اہل سنت'' کا نہیں ہے۔

حضرت وھب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرقۂ کرامیہ کے خیال کا رد کرتے ہوئے سمجھایا تھا :

قِیْلَ لِوَھَبِ بْنِ مُنَبِّہٍ اَلَیْسَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ قَالَ بَلٰی وَلٰـکِنْ لَیْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا لَہٗ اَسْنَانٌ فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَّہٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَکَ وَاِلَّا لَمْ یُفْتَحْ لَکَ.

(بخاری ص ۱۶۵ ج ۱)

''وہب بن منبہ سے کہا گیا کہ کیا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ جنت کی کنجی نہیں ہے؟ اُنہوں نے فرمایا

ہاں لیکن کوئی کنجی ایسی نہیں جس کے دندانے نہ ہوں۔ اگر ایسی کنجی لاؤ گے جس کے دندانے ہوں تو تو تمہارے لیے کھولا جائے گا ورنہ نہیں کھولا جائے گا۔''

جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاص خاص صحابہ کرامؓ کے بارے میں بھی یہ فرمایا ہے کہ خدا سے اُن کے بارے میں بہتری کی اُمید رکھی جائے۔ یقینی طور پر کسی کے تزکیہ اور نجات پا جانے کا دعوی نہ کرو۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ جو تیرھویں مسلمان تھے۔ حبشہ اور ہجرت مدینہ کی، اہل بدر میں تھے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے (بخاری شریف ص ۶۷ ج ۲) اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے وفات کے بعد آپ نے اِن کو چوما ان کے بارے میں آپ نے اُم العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا :

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْلَہُ الْخَیْرَ وَوَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَاذَا یُفْعَلُ بِیْ.

(بخاری ص ۱۰۳۷ و ص ۱۰۳۹ ج ۲)

''خدا کی قسم میں اِن کے لیے بہتری کی اُمید رکھتا ہوں اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں خدا کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔''

غرض یہ ہے کہ ڈرتے رہنا ہی بتلایا گیا ہے تو یزید کی اِن کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے کہ اُسے قطعی جنتی کہا جائے جبکہ اُس کی موت مدینہ منورہ کے واقعہ حرہ کے بعد حرم مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے دوران ہوئی ہے اور اِس معصیت سے توبہ کا ثبوت نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳ : سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے امیر یزید کے ہاتھ پر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی بیعت کی ہے اِنَّا قَدْ بَایَعْنَا ھٰذَا الرَّجُلَ عَلٰی بَیْعِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ . (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۵۳)

جواب : وہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ہی سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ دیکھیں میرا منسلک مضمون (جو ''یزید اور شراب'' کے عنوان سے آگے آرہا ہے)۔

سوال نمبر ۴ : حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ المعروف باِبن الحنفیہ نے نہ صرف امیر موصوف کی بیعت کی بلکہ اُن پر عائد کردہ الزامات شراب پینا، نماز ترک کرنا، حدودِ قرآن سے تجاوز

کرنا وغیرہ اِلزامات کی پُر زور تردید فرمائی کہ میں خود امیر یزید کے پاس رہا ہوں لیکن میں نے ہمیشہ اُنہیں پابند نماز اور سنتِ رسول ﷺ پر مضبوطی سے کاربند اور مسائلِ خیر و فقہ کا جویاں پایا۔

(الف) وَقَدْ حَضَرْتُهٗ وَاَقَمْتُ عِنْدَهٗ فَرَأَیْتُهٗ مُوَاظِبًا عَلَی الصَّلٰوۃِ مُتَحَرِّیًا لِّلْخَیْرِ یَسْأَلُ عَنِ الْفِقْهِ مُلَازِمًا لِّلسُّنَّۃِ .(تاریخ البدایہ والنہایہ لابن کثیرؒ ص۲۳۳ ج۸ ، المنتقٰی ص۲۸۱)

جواب : یہ پہلے کی بات ہے، اپنی جگہ درست ہے۔

(ب) بلکہ آپ نے الزام لگانے والوں سے بحث و مناظرہ کیا۔

قَدْ سُئِلَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِیَّۃِ فِیْ ذٰلِكَ فَامْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ اَشَدَّ الْاِمْتِنَاعِ وَنَاظَرَهُمْ فِیْ یَزِیْدَ وَرَدَّ عَلَیْهِمْ مَااتَّهَمُوْهُ مِنْ شُرْبِ الْخَمْرِ وَتَرْکِهٖ بَعْضَ الصَّلٰوۃِ . (البدایہ والنہایہ ص۲۱۸ ج۸)

جواب : الزام لگانے والے اِن لوگوں کا سفر کرنا بعد کی بات ہے، یہ اپنی جگہ درست ہے اور شُربِ خمر کے بارے میں الگ بھی مضمون لکھ کر بھیج رہا ہوں اُس کا مطالعہ فرمالیں، عنوان ہے "یزید اور شراب"۔

سوال نمبر۵ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب سیدنا امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر ملی تو اول اُن کے لیے دُعا کی اور پھر امیر یزید کو اپنے خاندان کا نیک فرد قرار دیا اور اِس کے ساتھ ہی امیر یزید کی بیعت و اطاعت کا حکم فرمایا اور خود بھی بیعت میں داخل ہو گئے **وَاِنَّ ابْنَهٗ یَزِیْدَ لَمِنْ صَالِحِیْ اَهْلِهٖ فَالْزَمُوْا مَجَالِسَکُمْ وَاَعْطُوْا اَطَاعَتَکُمْ وَبَیْعَتَکُمْ فَمَضٰی فَبَایَعَ . (بلاذری ص۴ ج۱. الامامۃ والسیاسیۃ ص ۲۰۲ ج۱)**

جواب : بلکہ وہ مکہ مکرمہ چلے گئے تھے، اِن کی بیعت اور یہ گفتگو مشکوک ہے اور اہل مدینہ کی یزید کے ہاتھ پر بیعت اِن کی خوشی سے نہیں تھی۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ نے یزید کو کبھی دل سے قبول ہی نہیں کیا۔

سوال نمبر۶ : امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الزھد" میں امیر یزید مرحوم و مغفور کا ذکر

زُہادِ صحابہؓ کے بعد اور تابعین سے پہلے، اس زمرہ میں بیان فرمایا ہے جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور امیر یزید کے خطبہ سے چند جملے بھی نقل کئے ہیں اور ساتھ ہی لوگوں کو شرم دلائی ہے جو آپ پر شراب نوشی وغیرہ فجور کا اتہام لگاتے ہیں۔

وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى عَظِيْمِ مَنْزِلَتِهٖ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُدْخِلَهٗ فِيْ جُمْلَةِ الزُّهَّادِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ يُقْتَدٰى بِقَوْلِهِمْ وَيُرْعَوٰى مِنْ وَّعْظِهِمْ، وَنَعَمْ، وَمَا اَدْخَلَهٗ اِلَّا فِيْ جُمْلَةِ الصَّحَابَةِ قَبْلَ اَنْ يَّخْرُجَ اِلٰى ذِكْرِ التَّابِعِيْنَ، فَاَيْنَ هٰذَا مِنْ ذِكْرِ الْمُؤَرِّخِيْنَ لَهٗ فِى الْخَمْرِ وَاَنْوَاعِ الْفُجُوْرِ، اَلَا يَسْتَحْيُوْنَ. (العواصم من القواصم ص ۲۳۳)

جواب : امام احمد بن حنبلؒ کی ''کتاب الزہد'' طبع ہوگئی ہے۔ اس میں یہ موجود نہیں ہے اس لیے یہ لوگ ابن عربی کے حوالہ سے امام احمدؒ کا نام لیتے ہیں۔ امام احمدؒ کی رائے میرے مسلک مضمون میں دیکھئے۔ ممکن ہے ابن عربی کو مغالطہ ہوا ہو کیونکہ یزید بن معاویہ کئی گزرے ہیں۔ ایک یزید بن معاویہ تابعی تھے جو بڑے عابد اور زاہد تھے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۶۰ ج ۱۱)

سوال نمبر ۷ : حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امیر یزید نے نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی وہ اِس پر رضا مند تھے۔ جو شخص اُن پر یہ الزام لگائے وہ حد درجہ ابلہ اور احمق ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ امیر یزید پر ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے اور چونکہ وہ مومن تھے اس لیے ہر نماز میں مومنین کی مغفرت والی دُعا میں شامل ہیں۔

وَاَمَّا التَّرَحُّمُ عَلَيْهِ فَجَائِزٌ بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ بَلْ هُوَ دَاخِلٌ فِيْ قَوْلِنَا فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ فَاِنَّهٗ كَانَ مُؤْمِنًا. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. كَتَبَهُ الْغَزَالِيُّ. (تاريخ ابن خلكان ص ۴۶۵ ج ۱)

جواب : (۱) امام غزالیؒ کا مسلک یہ تھا کہ کفار میں سے بھی کسی کا نام لے کر اُس پر لعنت جائز نہیں، چاہے وہ زندہ ہو یا مر چکا ہو۔ سوائے اُن لوگوں کے جن کے کفر کا ہمیں نصوص حدیث سے علم ہوگیا ہو جیسے کہ

ابولہب۔(دیکھئے حاشیۂ بخاری ص۱۰۱۱ ج ۱) لہٰذا اُن کے مسلک پر تو ''اسٹالن، لینن اور موشے دایان'' پر بھی لعنت بھیجنی درست نہیں ہے۔

(۲) امام غزالیؒ اور ابوبکر بن عربی دونوں کی نظر فقط شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر ہے، واقعہ حَرَّہ پر نہیں ہے اور جن لوگوں نے یزید کی تکفیر یا تفسیق کی ہے اُن کی نظر ''واقعہ حَرَّہ'' وغیرہ پر ہے کہ اِسی حالت میں یزید کا انتقال ہوا ہے، بعنوان '' بیعت ابن عمرؓ '' منسلک تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۸ : امیر یزید سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے داماد ہیں۔ کیونکہ سیّدہ اُم محمد بنت عبداللہ بن جعفرؓ اُن کے نکاح میں تھیں، اس رشتے سے آپ سیدنا حسینؓ کے بھتیج داماد ہوتے ہیں۔(جمہرۃ الانساب لابن حزمؒ)

سوال نمبر ۹ : سیّدنا حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی سیّدہ اُم مسکین بنت عاصم بھی امیر موصوف کے حبالۂ عقد میں تھیں، اس رشتہ سے آپ خلیفۂ دوم رضی اللہ عنہ کے پوت داماد ہوتے ہیں۔(الانساب والاشراف، کتاب المعارف)

سوال نمبر ۱۰ : واقعہ کربلا کے بعد علوی سادات کی رشتہ داریاں اُموی سادات میں ہوتی رہیں اور اِن کی اُن میں، جس کے ثبوت سے کتب تواریخ انساب پُر ہیں۔

سوال نمبر ۱۱ : سیّدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ المعروف بہ زین العابدین کربلا کے واقعہ میں موجود تھے۔ وہاں سے دمشق گئے اور امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور زندگی بھر اس پر قائم رہے بلکہ واقعہ کربلا سے تین برس بعد واقعہ حرہ کے موقعہ پر امیر یزید کا حسن سلوک دیکھ کر اُن کے حق میں اِن الفاظ سے دُعائے خیر فرمائی۔(وَصَلَّی اللّٰہُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ امیر المومنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے)(بلاذری۔طبقات ابن سعد)

جواب : جس کا سب کچھ لٹ گیا ہو وہ دُعائیں ہی دیا کرتا ہے۔

سوال نمبر ۱۲ :(الف) سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوفہ کے اُن شریر النفس لوگوں نے سیدنا حسینؓ کو امیر یزیدؒ کے خلاف خروج پر آمادہ کیا جن کے نامبارک عزائم ومقاصد کبھی سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

کی صورت میں نمودار ہوئے اور کبھی جنگ جمل و صفین کی ہلاکت سامانیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے حتی کہ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی توہین و تحقیر سے بھی انہیں کے نامۂ اعمال سیاہ اور داغدار ہیں۔

جواب : یہ غلط ہے نہ تو حضرت حسینؓ نے خروج کیا اور نہ وہ اپنے ساتھ لشکر لے کر جاتے نہ کہ اہل خانہ کو۔ اور یہ بھی درست نہیں کہ وہ سبائیوں کے بلانے پر نکل کھڑے ہوئے تھے اُن کو بلانے والوں میں حضرت سلیمان بن صُرد ؓ بھی تھے جو اصحاب بیعت رضوان میں سے تھے۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ اہل بیعت رضوان سب کے سب جنتی ہیں وَھٰٓؤُلَآءِ لَایَدْخُلُ النَّارَ مِنْھُمْ اَحَدٌ کَمَا ثَبَتَ ذٰلِکَ فِی الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ (منہاج السنة ص ۲۶۰ ج ۲) (نیز مسلک مضمون جو'' قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِسَیْفِ جَدِّہٖ '' کے مقولہ کے جواب میں ہے دیکھیں) لیکن ہوا یہ کہ حضرت حسینؓ کے پہنچنے سے پہلے یزید کی طرف سے عبیداللہ بن زیاد پہنچ گیا اور مارشل لاء کی سی کیفیت قائم کر دی ،اس لیے کوفہ والے کچھ نہ کر سکے۔ یزید کی برائی یہ ہے کہ اُس نے شہادت حسینؓ کے بعد بھی ابن زیاد کو کوئی سزا نہ دی۔ گویا وہ اِس ظلم پر راضی رہا۔ شہادت حسینؓ میں اِس کی شرکت ہے تو اس طرح کی ہے۔

(ب) جب سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو تقریباً چار ماہ کی مسلسل کوشش، خطوط اور وفود کی بھرمار سے یہ باور کرا دیا کہ امیر یزید اُمت کے متفقہ خلیفہ نہیں بلکہ ملت کی معتدبہ جماعت اِن کی خلافت سے مطمئن نہیں تو اب سیّدنا حسینؓ نے کوفہ کا اِرادہ فرمایا۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، جابر بن عبداللہؓ، ابو واقد اللیثیؓ اور محمد بن الحنفیہؒ وغیرہم حضرات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس اِرادے سے منع فرمایا کہ وہ ایسا نہ کریں اور اپنے والد اور بھائی کے ساتھ دھوکہ بازی کرنے والے کوفیوں کی بات مان کر اُمت میں افتراق و انتشار کی راہ نہ کھولیں اور اپنے آپ کو اِس ہلاکت انگیز اقدام سے روکیں۔ لیکن آپ نے کسی کی نہ مانی اور کوفیوں کے خطوط اور وفود اور اُن کی طلب پر کوفہ روانہ ہوگئے۔ جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ اِن مدعیانِ وفاداری نے وہی کچھ کیا جو مذکورہ حضرات نے ماضی کی تاریخ کے پیش نظر آپ کو روکتے ہوئے کیا تھا۔ جب آپ

یہ خط کشیدہ تقریباً سب باتیں مضمون نگار نے اپنی طرف سے بنائی ہیں۔ ان کا کہیں ثبوت نہیں اس لیے اُس نے حوالہ نہیں دیا۔

نے جان لیا کہ امیر المومنین یزیدؒ کی بیعت پر تمام اُمت وملت متفق ہے جس کے فیصلے وعمل کا استخفاف ممکن نہیں تو آپ اپنے اِرادے سے دستبردار ہوگئے اور پہلے موقف سے رجوع فرما کر فوج کے افسر عمر بن سعدؒ کے ذریعہ گورنر کوفہ کے سامنے تین شرطیں پیش فرمائیں :

اول : مجھے واپس جانے دیا جائے۔

دوم : اِسلامی سرحد پر جہاد کے لیے بھیج دیا جائے۔

سوم : یا پھر مجھے دمشق بھیج دیا جائے تا کہ اپنے ابن عم (چچازاد بھائی امیر یزید) کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر معاملہ کو اِس طرح طے کرلوں گا جس طرح میرے بھائی حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے کیا تھا۔ (فَاَضَعُ یَدِیْ فِیْ یَدَیْهِ. (تاریخ طبری ص ۲۳۵ ج۶. ابن اثیر ص ۲۴ ج۴ . تاریخ البدایه والنهایه ص ۱۷۰ ج۸ . الاصابه لابن حجرؒ ص۱۷ ج۲. تاریخ الخلفاء السیوطی ص ۱۴۰. رأس الحسین لابن تیمیهؒ ص ۲۰)

سوال نمبر ۱۳ : سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اِس خروج کو بغاوت کا نام دینا مناسب نہیں ہے بلکہ یہ ایک اجتہادی وسیاسی خطا تھی جس کا صدور ہر بڑے سے بڑے شخص سے ہوسکتا ہے اور اِس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور اُن کے جھوٹے دَعاوِی پر اعتماد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے خاندان کے چند نفوس کے کسی صحابیؓ نے اِس خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ اُس وقت ہر شہر میں خاصی تعداد اصحاب کرامؓ کی تھی اور اسی لیے سیدنا حضرت حسینؓ نے حقیقت کھلنے پر امیر یزید مرحوم کی بیعت خلافت کا اعلان فرما کر وابستگی اختیار فرمالی۔ اب یہ کوفی سبائیوں کی سوچی سمجھی اسکیم تھی کہ لڑائی میں پہل کر کے صلح کو پورا نہ ہونے دیا اور اُمت کو سانحہ ومصیبت میں مبتلا کر دیا کہ اب قیامت تک شاید ہی اِس سے چھٹکارا مل سکے۔ الحاصل اِن تمام اُمور کو دیکھتے ہوئے امیر یزید پر لعن طعن کرنا یا اِن کی تکفیر و تفسیق کرنا کسی طرح درست نہیں اور نہ ہی اُنہیں واقعۂ کربلا کا ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہے۔[1]

[1] یہ سب لکھنے والے کی اپنی سوچ ہے جو غلط ہے اور بلا حوالہ۔

(۱) بلکہ اس عظیم سانحۂ جانکاہ کی واحد ذمہ دار کوفہ کی وہ سبائی پارٹی ہے جن پر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مشفقین و محبین کے خیر خواہانہ مشورے چھوڑ کر اعتماد کیا۔ ؎۲

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ یہ باتیں کہاں تک درست یا نادرست ہیں، ایسے نظریات کے حامل شخص کی تکفیر یا تفسیق و تضلیل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز اگر کوئی شخص اِن تاریخی امور کو اسلافِ کرام پر زبان دراز کیے بغیر درست مانتا ہو تو اُس کی امامت درست ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا.

فقط والسلام

عرفان عثمان

جواب : تو یہ اُس کے مطالعہ کی کمی اور بدعت ہے۔ ایسے بدعتی کے پیچھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز کے جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ صَلِّ وَ عَلَیْہِ بِدْعَتُہٗ. اَلصَّلٰوۃُ اَحْسَنُ مَایَعْمَلُ النَّاسُ الخ.

حامد میاں غفرلہٗ

(جاری ہے)

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

؎۲ (اس سانحہ کی) براہِ راست ذمہ داری عبید اللہ بن زیاد پر ہے جس کے انجام بد کا تذکرہ ترمذی شریف میں موجود ہے اور بالواسطہ خود یزید پر۔

سلسلہ نمبر۲۳ قسط : ۲ ، آخری

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

یزید کے متعلق سوالات اور اُن کے جوابات

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے اس استفتاء کے جوابات گزشتہ شمارہ میں شائع ہو چکے ہیں اسی سلسلہ کے کچھ ضمیمے دوسری قسط کے طور پر اِس شمارہ میں شائع کیے جا رہے ہیں نیز سائل کی جانب سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اِرسال کردہ جواب بھی شروع میں لگایا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

الجواب

امیر یزیدؒ مومن تھے اور از روئے حدیث بخاری شریف مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ میں اخل ہیں اِن کو کافر کہنا اور لعن طعن کرنا ہرگز جائز نہیں۔ کسی مسلمان کو بلا دلیل شرعی کافر کہنے سے کہنے والے پر کفر لوٹتا ہے اِس سے سخت احتیاط کرنی چاہیے۔ ایسے نظریات رکھنے والے امام کے پیچھے بلا شبہ نماز جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

احقر العباد محمد صابر غفرلہٗ

نائب مفتی دارالعلوم کراچی نمبر 1 نانک واڑہ ۱۴ محرم ۸۵ھ

الجواب صحیح مفتی محمد شفیع عفی اللہ عنہ ۱۵ محرم ۸۵ھ

الجواب

امیر یزید علیہ الرحمۃ کے متعلق علاوہ تاریخی حوالجات کے صحیح بخاری کی حدیث مذکور درسوال بین طور پر یزید کی طہارت اور مغفرت پر دال ہے۔ پس مسلمانوں کو کب لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو مغفور فرمائیں اور ہم یزید کو مقہور و مغضوب علیہ قرار دیں۔ بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے جبکہ اُس میں کفر کی وجہ نہ ہو۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو پیشگوئی میں اِس کو مغفور فرمائیں یہ کافر، فاسق و فاجر کہنے والا خود اس کا مستحق بن رہا ہے، ایسے خیال و نظریات بابت یزید علیہ الرحمۃ رکھنے والے کے پیچھے نماز کی ممانعت کہاں؟ واللہ اعلم بالصواب۔ (مفتیانِ بالا کی رائے صحیح ہے)

ابوالفضل عبدالحنان ۳۱ اگست ۱۹۶۵ء

مولانا محمد یوسف خان مفتی پاکستان کراچی (کلکتہ والے)

محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اِس استفتاء کا جواب حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے یہ دیا تھا اِس سلسلے میں آپ کا کیا فتوی ہے؟ شکریہ۔

عرفان عثمان

R-553 بلاک نمبر 9 دستگیر سوسائٹی

گلستانِ مصطفیٰ (ایف بی ایریا) کراچی نمبر 38

(الجواب)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے تصدیق کردہ فتوے سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو کافر نہ کہنا چاہیے۔ اس میں کوئی حرج نہیں، باقی جوابات کے لیے مضمون ملاحظہ ہو۔

آپ کے سوالات کے جوابات زیادہ جگہ چاہتے تھے اس لیے میں نے مختلف ضمیمے شامل کر کے مکمل کیے۔ واللہ اعلم

(حامد میاں غفرلہٗ) ۳ اگست ۸۴ء

ضمیمہ نمبر۱ .... یزید اور شراب

یہ جاننا ضروری ہے کہ اہلِ عرب کھجور کا طرح طرح استعمال کرتے تھے۔ ایک طریقہ مشروب کا یہ تھا کہ کھجوریں پانی میں بھگو دیتے تھے۔ اور یہ پانی پیتے تھے، اِسے '' نَبِیْذْ '' کہا جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ صبح کو بھگوتے تھے تو شام کو یہ پانی استعمال فرمالیتے تھے اور شام کو بھگوتے تھے تو صبح کو استعمال فرمالیتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی آپ نے اِس سے زیادہ وقت کی بھیگی ہوئی نبیذ بھی استعمال فرمائی ہے۔ یہ اہلِ عرب کی غذاء کا ایک حصہ تھا اب میں سہل الحصول حوالوں سے اگلی باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں۔

جناب رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں حسبِ عادت نبیذِ شدید (تیز نبیذ) بھی برابر استعمال کی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تیز نبیذ لائی گئی۔ آپ نے اِس کی تیزی کی وجہ سے ایک دم ناک ہٹالی۔ پھر اِس میں پانی ملوایا پھر استعمال فرمائی۔ اور طحاوی شریف کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض علاقوں کے لوگ نبیذِ شدید ہی پیا کرتے تھے۔ سیدنا فاروق اعظم بھی نبیذ شدید استعمال فرمایا کرتے تھے، حضرت ابن عمر بھی اور حضرت علی بھی (رضی اللہ عنہم)۔

اب یہ بھی عرض کرتا جاؤں کہ نبیذِ شدید نشہ بھی کر دیتی ہے۔ مثلاً جو شخص ہلکی نبیذ پینے کا عادی ہو وہ اگر تیز نبیذ پی لے گا تو نشہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے برتن سے نبیذ پی لی اُسے نشہ ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے اُسے حد لگادی۔ وہ کہتا رہا کہ امیر المؤمنین میں نے تو آپ کے برتن میں سے پی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نشہ پر حد لگا رہا ہوں یعنی اِس کی تیزی تو زبان کو معلوم ہوگئی ہوگی تو احتیاط کرنی چاہیے تھی، اتنی نہ پیتے کہ نشہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کی دعوت کی۔ کھانے کے بعد انہیں نبیذ پلائی، اُن میں سے ایک شخص کو نشہ ہوگیا تو اُسے حد لگادی وہ کہنے لگا کہ آپ بلاتے بھی ہیں کھلاتے بھی ہیں، پلاتے بھی ہیں اور حد بھی لگاتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دعوت کی، اگلے دن اُن مدعوین میں سے ایک صاحب کہنے لگے کہ نبیذ کی وجہ سے مجھے رستہ صحیح طرح نہیں سمجھ میں آرہا تھا مَاکِدْتُّ اَهْتَدِی الطَّرِیْقَ ۔ ملاحظہ ہو الکوکب الدری ص ۱۲ و ص ۱۳ ج ۲ مع حواشی۔ اور ایسی بہت سی روایات طحاوی شریف کے آخری حصہ میں ہیں۔ اُنہوں نے کافی روایات لکھی ہیں اور بہت مبسوط بحث فرمائی ہے۔ (دیکھیں طحاوی باب مایحرم من النبیذ ص ۲۷۰ ج ۲)

اب یوں سمجھئے کہ چونکہ نبیذ اُن کے لازمی مشروبات میں سے تھی جیسے آج کے دور میں چائے ہے اور یہی ذراسی بے احتیاطی سے نشہ کا باعث بن جاتی تھی۔ اس لیے دورِ صحابہ کرام میں اور بعد کے دور میں نشہ کے واقعات پیش آتے رہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور سے زیادہ مضبوط دور کس کا ہوسکتا ہے۔ اُن کے زمانہ میں ایسے طرح طرح کے واقعات پیش آتے رہے بلکہ بکثرت ایسے واقعات ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا پھر اَسّی کوڑے سزا مقرر کردی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں : ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ فِی الْخَمْرِ فَاسْتَشَارَ فَضَرَبَ ثَمَانِیْنَ (مختصر المزنی ص ۲۶۶) لیکن اِس کے بعد بھی ایسے واقعات ہوتے رہے، مثلاً بخاری شریف میں باب صوم الصبیان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں نشہ کی حالت میں دیکھا تو فرمایا :

وَیْلَکَ وَصِبْیَانُنَا صِیَامٌ فَضَرَبَہٗ. (بخاری شریف ص ۲۶۳ ج۱)

''تیرا ناس ہو! یہاں تو یہ حالت ہے کہ ہمارے بچے (بھی) روزہ سے ہیں پھر اُسے حد لگادی''۔

حاشیہ میں ہے کہ اَسّی کوڑے لگائے اور اُسے شام بھیج دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ جو اہلِ بدر میں سے تھے اُن پر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے شراب کی حد لگائی۔ یہ اُن کے دورِ خلافت کے آخری حصہ کا واقعہ ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے، اُسد الغابہ ص۱۹۸ ج۴)

حتی کہ خود اُن کے اپنے گھر میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ اُنہوں نے اِس پر یہ فرمایا :

وَجَدْتُّ مِنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ رِیْحَ شَرَابٍ وَاَنَا سَائِلٌ عَنْہُ فَاِنْ کَانَ یَسْکُرُ جَلَدْتُّہٗ.

(بخاری ص ۸۳۸ ج۲)

''میں نے عبید اللہ (اپنے بیٹے) سے شراب کی بو پائی ہے اور میں اُس کے بارے میں معلومات کررہا ہوں تو اگر وہ نشہ کی حد تک پیتا ہوگا تو میں اُس کے کوڑے لگاؤں گا۔''

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حمص میں تھے۔ وہاں ایک شرابی نے جب بات کی تو پتہ چلا کہ یہ

شراب پیے ہوئے ہے۔تو اُنہوں نے اُس پر شراب کی حد جاری کر دی۔(بخاری شریف ص ۵۴۸ ج ۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک صحابی حضرت ولید رضی اللہ عنہ کے نشے کا واقعہ پیش آیا جس پر اہل مدینہ میں بھی بہت بے چینی پائی گئی۔جلد باز لوگوں نے باتیں بھی بنائیں کیونکہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے، فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔نشہ کے قصہ کے وقت گورنر کوفہ تھے۔آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اہل مدینہ نے اِن کے بھانجے کے ذریعہ اپنے اضطراب کا اظہار کیا۔آپؓ نے فرمایا :

فَسَنَأْخُذُ فِيْهِ بِالْحَقِّ اِنْشَآءَ اللّٰهُ.(بخاری ص ۵۲۲ و ص ۵۴۷ ج۱)

''عنقریب اُن کے بارے میں ہم حق فیصلہ اختیار کریں گے۔''

اِن واقعات کے ذکر کرنے کا منشاء یہ ہے کہ نبیذ کی وجہ سے نشہ اور اُس پر حد کے واقعات جب حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ کے پاک اور مضبوط ترین دور میں اُن کے گھر میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ٔ راشد کے پاک دور میں پیش آگئے تو نہ تو یزید خلیفہ ٔ عادل و راشد تھا نہ صحابی نہ وہ حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ کے برابر تھا نہ حضرت ولید رضی اللہ عنہ کے۔وہ تابعی تھا، بڑے خاندان کا فرد تھا اور اُس کے بارے میں بہت سے لوگوں کی رائے اُس کے والد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں بھی اچھی نہ تھی۔جب وہ سربراہِ مملکت بنا تو مطلق العنان ہوتا چلا گیا لہٰذا اُس کے شربِ خمر میں کیا استبعاد ہے۔حضرت محمد بن حنفیہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ سے چھوٹے ہیں اور صحابی نہیں ہیں۔ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور یزید کے پاس بعد میں گئے ہیں۔اِن کی بات کو ہی اہل مدینہ نے ترجیح بھی دی ہے۔

مدینہ اور اہلِ شام :

اہل مدینہ کا عمل اور تقویٰ اہل شام سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ان کی عملی حالت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک اتنی اچھی رہی ہے کہ امام مالک اہل مدینہ کے عمل کو حدیث صحیح پر ترجیح دیتے تھے۔حالانکہ اِن کے زمانہ میں دوسری صدی چل رہی تھی، اس کی دلیل صحابہ ٔ کرام اور تابعین کی شہادت تھی جو اُنہوں نے اہل مدینہ کے متعلق وقتاً فوقتاً دی کہ اِن کے عمل میں زمانہ رسالت مآب ﷺ سے لے کر بہت بعد تک کوئی فرق نہیں آیا۔مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان جو آگے آتا ہے، امام مالکؒ کی دلیل ہے۔دوسری طرف حضرت انس اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے ایسے بیانات بھی موجود ہیں جو شام کی عملی حالت کے بہت کمزور ہو جانے کی دلیل ہیں۔

اب ذرا اِن حضرات کے بیانات بھی پڑھ لیجئے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام بھیج دیا تھا کہ وہاں پڑھائیں۔ ان کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے اوائل میں ہوئی۔ وہ ایک دن گھر میں داخل ہوئے تو اہلیہ صاحبہ نے جو اُم الدرداء کہلاتی تھیں، دریافت کیا کہ آپ کو کس بات پر غصہ آرہا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا :

وَاللّٰہِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا اِلَّا اَنَّھُمْ یُصَلُّوْنَ جَمِیْعًا. (بخاری شریف ص ۹۰ ج ۱)

"خدا کی قسم! میں جناب رسول اللہ ﷺ کے معاملات میں سے کوئی چیز یہاں ہوتی نہیں جانتا سوائے اِس کے کہ یہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں"۔

اِس کے بعد تو زمانہ اور کوتاہیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا، اس کوتاہی کا ذکر بھی حدیث میں آتا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد زہری رحمۃ اللہ علیہ مدینہ سے شام چلے گئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو اُنہوں نے فرمایا :

لَااَعْرِفُ شَیْئًا مِمَّا اَدْرَکْتُ اِلَّا ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ وَھٰذِہِ الصَّلٰوۃُ قَدْ ضُیِّعَتْ.

(بخاری شریف ص ۷۶ ج ۱ باب فی تضییع الصلوۃ عن وقتھا)

"میں نے جو چیزیں (اپنے پہلے زمانہ میں) پائی تھیں اُن میں سے کوئی چیز جانی پہچانی نہیں معلوم ہوتی (یہاں نظر نہیں آتی) سوائے اِس نماز کے اور یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے (یعنی وقت مستحب ٹلا کر پڑھتے ہیں)۔"

اِن چیدہ چیدہ معروف ترین صحابۂ کرام کی رائے اہلِ شام کی عملی حالت کے بارے میں آپ نے دیکھی جس سے واضح ہو رہا ہے کہ مال کی کثرت اور عیسائیوں وغیرہ سے اختلاط بہت خاصی حد تک لوگوں پر اثر انداز ہو رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ سفر ۷۵ھ کے قریب ہوا تھا۔

دوسری طرف حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے آخری دور میں جب مدینہ منورہ پہنچے تو اِن سے صاف صاف پوچھا گیا کہ :

مَا اَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدتَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ مَااَنْكَرْتُ شَيْئًا اِلَّااَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ. (بخاری ص ۱۰۰ ج ۱)

''جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں آپ نے جو کچھ حال دیکھا تھا اُس سے اب آپ نے کون سی چیز ایسی دیکھی ہے جواُوپری (اجنبی) لگی ہو۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے کوئی چیز اجنبی (تبدیل شدہ اور متغیر) نہیں دیکھی سوائے اِس کے کہ تم لوگ صفیں سیدھی نہیں رکھتے''۔

آپ کے سامنے اہل عرب کے رواجی مشروب نبیذ کے پھر اِس سے نشہ اور اِس پر حد جاری کیے جانے کے واقعات آئے۔ نشہ ذرا سی غفلت سے بھی ہوجاتا رہا ہے اور غلط نیت سے بھی۔ پھر یہ بھی سامنے آگیا کہ شام میں عملی کوتاہیاں بڑھتی گئی ہیں اور مدینہ منورہ اِس قسم کی خرابیوں سے تادیر محفوظ رہا ہے۔ اس لیے وہ لوگ یزید کو نہیں چاہتے تھے۔ وہ یزید کی جانشینی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق نہیں تھے، پھر اُنہوں نے اپنے وفد سے جب یزید کی حالت کی خبریں سنیں تو اُنہوں نے اِس کی بیعت ہی توڑ دی اور تمام بنواُمیہ کو جن میں یزید کا گورنر اور مروان بھی تھا مدینہ پاک سے ہی نکال دیا جس پر یزید کو بے حد غصہ آیا۔ پھر واقعہ حرہ پیش آیا۔

ضمیمہ نمبر۲ .... قُتِلَ الْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہ بِسَيْفِ جَدِّهٖ

یہ ناصبی لوگوں کی باتیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں بعض مصالح کے پیش نظر آئندہ منصب امارت کے لیے لوگوں سے رائے لے کر نامزد کرنا چاہا لیکن بہت سے لوگ یزید کے خلاف تھے، اتفاق نہ ہوسکا۔ مدینہ منورہ میں اُس وقت تک مروان ہی امیر تھا۔ اس نے جمعہ کے خطبہ میں یزید کا ذکر کیا جس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اعتراض کیا۔ اُس نے کہا کہ '' پکڑلو اِنہیں'' لیکن وہ اپنی ہمشیرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے۔ اِس واقعہ کا یہ حصہ تو بخاری شریف کی جلد دوم میں سورۂ احقاف کی تفسیر میں ہے۔ لیکن بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ '' هِرْ قَلِيَّةٌ '' یہ طرز تو اُن لوگوں کا ہے جنہیں مسلمانوں نے شام سے نکالا۔ اب شام میں دارالخلافہ ہے تو ان لوگوں کا طرز کیوں اختیار کیا جارہا ہے (یہ ہرقل کا طریقہ تھا) کہ باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی پر زور دیا جائے۔

بالکل اسی طرح اور بھی بہت سے صحابۂ کرام کو یہ طریقہ پسند نہیں آیا۔ ان میں حضرت ابن زبیر اور حضرت

حسین بھی ہیں (رضی اللہ عنہما) گویا اِن کا اختلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورہی میں اس طرز عمل سے ہوگیا تھا۔ ان کی رائے تھی کہ اِس طرح انعقادِ خلافت و امارت ٹھیک نہیں ہوتا۔ کوفہ، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے علماء کی یہی رائے تھی حتی کہ مکہ اور مدینہ میں جن حضرات نے یزید کی جانشینی کی خبر آنے پر بیعت کرلی تھی بعد میں اُن میں سے بھی بعض کے سواء سب نے اِس کی نا اہلی کی خبر پر بیعت توڑ دی تھی۔ اور مدینہ منورہ کے لوگوں نے تو تمام بنواُمیہ کو بھی مدینہ سے نکال دیا تھا جن میں مروان بھی تھا۔ اس پر یزید نے غضبناک ہوکر مدینہ پر حملہ کا حکم دیا اور سپہ سالار مسلم بن عقبہ مری کو حکم دیا کہ تین دن تک مدینہ میں قتل و غارت گری مباح رکھنا۔ ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں وَاَمَرَہٗ اَنْ یَّسْتَبِیْحَ الْمَدِیْنَۃَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ اس کے بعد اس کا لشکر مکہ مکرمہ گیا، وہاں ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہو ہی رہا تھا کہ یزید کی موت کی خبر آ گئی۔

یزید کے بعد اُس کے بیٹے کو امیر بنایا گیا، لیکن اُس نے اس طرز حکومت کو پسند نہیں کیا بد دل رہا اور صرف تیس پینتیس دن بعد اُس کا انتقال ہوگیا۔ پھر پوری سلطنت اسلامیہ میں بنواُمیہ کی حکومت ختم اور ابن زبیرؓ کی حکومت قائم ہوگئی۔ حتی کہ خود شام میں بھی حضرت ابن زبیرؓ کی طرف سے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ گورنر ہوگئے۔ چند سال کے بعد مروان نے کچھ جمعیت اکٹھی کی اور حضرت ضحاکؓ سے لڑا پھر معاہدہ پھر بد عہدی کر کے انہیں شہید کردیا۔ لیکن کچھ ہی دنوں بعد مروان کا بھی خود انتقال ہوگیا یا بیوی نے گلا گھونٹ دیا۔

پھر عبدالملک بن مروان جانشین ہوا۔ وہ اور اُس کا جنرل حجاج بن یوسف بہت کامیاب رہے۔ اُنہوں نے ازسرِنو سلطنت بنواُمیہ قائم کی۔ مکہ مکرمہ میں حضرت ابن زبیرؓ کو شہید کردیا۔ اس تمہید کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ چند سطور میں متقدمین سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما اور اکابر دیوبند تک کا موقف سامنے آجائے اور یزید کے بارے میں بھی یہ بات آجائے کہ اُس کی تفسیق کی وجہ واقعہ حرہ ہے (جس میں مقتولین کی کثرت کا ذکر بخاری شریف جلد دوم، تفسیر سورہ اِذَاجَآءَ کَ الْمُنٰفِقُوْنَ میں حضرت انس اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کی روایت میں آتا ہے (اور تاریخ کی سب کتابوں میں موجود ہے) کیونکہ اُس کا انتقال اِسی دوران ہوگیا اور اس بے حرمتی سے توبہ کا ثبوت نہیں ملتا اِس لیے تفسیق اور بعض نے تکفیر بھی کی ہے۔

اِس سے بالا جمال یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ یزید کی مقبولیت اُس کے دورِ امارت سے پہلے بھی کم ہی تھی۔ دَورِ امارت میں ختم ہوگئی۔ بلکہ اہل مدینہ کے ساتھ زیادتی سے مسلمانوں میں اتنی مخالفت بڑھ گئی کہ ایک دفعہ تو

بنواُمیہ کی حکومت ہی دُنیا سے ناپید ہوگئی (یہ واقعات کا تو وہ حصہ ہے جو تاریخ کی ہر کتاب میں ہے لیکن یزید کے مداح لوگوں نے اِسے حذف ہی کر رکھا ہے) اس مسئلہ میں جو بات عرض کرنی چاہتا تھا وہ صرف یہ تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابۂ کرام کو طریق استخلاف سے اختلاف تھا۔ ان کے نزدیک اس طرح مشورہ کر کے جانشین کا تقرر درست نہیں تھا۔ آگے یہ ہوا کہ ایسی صورت میں اہل کوفہ کی طرف سے دعوت موصول ہوئی۔ جنہوں نے یہ بھی صاف لکھا تھا کہ ہم نے اب تک کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسی صورت میں اِن کی دعوت قبول کرنا ضروری تھا۔ یہ ضروری یا فرضیت کے درجہ میں تھا یا وجوب اور یا صرف استحباب کے درجہ میں کم از کم سفر کر کے پہنچنا بہتر تھا۔ بہر حال اُنہوں نے اِس دعوت کو قبول فرمایا لیکن اس طریقہ سے کہ قتال کے بغیر کامیابی ہو۔ اسی لیے اُنہوں نے اپنے ساتھ لشکر نہیں لیا بلکہ بیوی بچوں عورتوں اور رشتہ داروں کو لیا۔ اور اِسی لیے بعد میں اُنہوں نے ابن زیاد کے لشکریوں سے فرمایا کہ مجھے واپس جانے دو یا یزید کے پاس لے چلو یا اور آگے جہاد پر جانے دو، کیونکہ اِن سب صورتوں میں قتالِ مسلم سے بچنا ہو جاتا۔

واپسی یا جہاد پر جانا ان دونوں صورتوں میں قتال مسلم سے بچنا تو ظاہر ہی ہے بلکہ اِس سے بڑھ کر یزید کی حکومت کو تسلیم کرنا بھی لازم آتا ہے کیونکہ اِن کا گھر مدینہ شریف میں تھا اور وہاں یزید کی حکومت تھی اور دوسری صورت میں اگر انہیں آگے جہاد پر جانے کی اجازت دے دی جاتی تو وہ کوفہ (ڈویژنل ہیڈ کوارٹر) کے تابع ہو کر ہی آگے جاتے، آذربائیجان، بخارا، بلخ وغیرہ تک کی ساری شمالی پٹی کا فوجی مرکز کوفہ ہی تھا جیسے اِس کے جنوبی حصہ (میں سندھ تک) کا مرکز بصرہ تھا۔ شمال میں قسطنطنیہ تک کا مرکز خود شام و فلسطین تھا اور افریقہ کے تمام مفتوحہ علاقوں کا ڈویژنل ہیڈ کوارٹر مصر تھا۔ غرض اِن کے نزدیک بغیر قتال مسلم اگر یہ معاملہ امارت طے ہو جاتا تو درست ہوتا اور یہی انہیں توقع تھی۔ لیکن ابن زیاد نے اِن سے مطالبہ کیا کہ وہ پہلے یزید کی بیعت قبول کریں پھر انہیں گرفتار کیا جائے گا پھر فیصلہ کیا جائے گا کہ یزید کے پاس بھیجا جائے یا نہیں۔ اُس نے نہ یزید سے ان کی رشتہ داری کا خیال کیا نہ قرابت رسول اللہ ﷺ کا لحاظ کیا اور صرف مذکورہ بالا صورت ہی پر اصرار کیا جو شرعاً ناجائز تھا اور غیرت، حمیت و عزت نفس جو شریعت نے ہر مسلمان کو بخشی ہے اس کے منافی تھا۔ اس لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اِسے نہ مانا جس کے نتیجہ میں اِن کی شہادت ہوئی۔

ابن زیاد کا یہ رویہ غیر شرعی تھا کیونکہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اُن باغیوں کے ساتھ بھی کہ جنہوں نے

تلوار اُٹھائی تھی کبھی ایسا سلوک روا نہیں رکھا تھا۔ مروان بصرہ کے واقعہ جمل میں قید ہو کر آیا اُسے اور دوسرے قیدیوں کو آپ نے چھوڑ دیا۔ انہوں نے اعلان فرمادیا تھا کہ جو عین میدان جنگ میں بھاگ کھڑا ہو اُس کا بھی پیچھا نہ کرو۔ (پھر ان کے بعد حضرت معاویہؓ نے بھی ان ہی کے طریقہ پر عمل کیا) اور یہی مسئلہ فقہ حنفی کے مسائل میں واقعہ جمل کے حوالہ سے ذکر کیا جاتا ہے۔

غرض شرعاً حضرت امام حسینؓ کا طریق کار مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت اور ابن زیاد سے بات چیت کے وقت قطعاً دُرست تھا۔ پھر آخر میں انہوں نے جب تین صورتیں پیش فرمادیں تو مدمقابل کو دست درازی کا کوئی جواز ہی نہیں رہا تھا۔ اِن کے ساتھ ابن زیاد کا معاملہ سراسر ظلم تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے فرمادیا تھا کہ یہ لوگ مجھے نہ چھوڑیں گے۔ آپ لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کو جو اِدھر اُدھر ہونا اور جانا چاہے چلا جائے۔ لیکن کوئی ساتھی آپ کو چھوڑ کر جانے پر راضی نہ ہوا۔ آخر میں جب آپ کو اندازہ ہوا کہ یہ مقابل لوگ حملہ کریں گے اور شہید کریں گے تو بھی آپ نے اپنے والد ماجد سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کی طرح ساتھیوں کو یہ حکم دیا کہ لڑائی میں کوئی پہل نہ کرے۔ دوسرا فریق پہل کرے تو کرے (یہ مسئلہ بھی فقہ حنفی میں ہے اور حضرت علیؓ ہی کے قتالِ بغاۃ سے لیا گیا ہے) اسی طرح کربلا میں ہوا۔ پہل بھی ابن زیاد کے لشکر کی طرف سے ہوئی حتی کہ سب لڑ سکنے والے شہید ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ورضی عنہم۔

ابن زیاد کے عبرتناک انجام کا ذکر تو ترمذی شریف میں ہے اور شہادت حسینؓ کی براہِ راست ذمہ داری اسی پر ہے لیکن بالواسطہ یزید پر بھی اس کی ذمہ داری آتی ہے کہ اُس نے ابن زیاد کو ادنیٰ ترین سرزنش بھی نہیں کی جیسے آج کل ٹرانسفر کر دیا جاتا ہے، اس نے نہ اُس کا تبادلہ کیا نہ اُسے معطل کیا چہ جائیکہ سخت سزا دیتا۔ اور جو کسی ظلم پر راضی ہو اور ظالم سے متفق ہو وہ بھی اُس ظلم میں شریک ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ قتل حسینؓ کے ظلم اور جرم میں شریک رہا۔ وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا (مشکوۃ ص ۴۳۶)

اب جناب کے سامنے واقعہ کا بالاجمال پورا خاکہ ہے۔ اس کی روشنی میں غور فرمائیں کہ " قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِسَيْفِ جَدِّهٖ " کس قدر بیجا دعوی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ یا کسی ناصبی کا ہے یا ایسے شخص کا ہے جس کی نظر نہ تاریخ پر ہے اور نہ صورت واقعہ اور مسائل پر کیونکہ اِن کے نانا کی تلوار ظالم کے لیے تھی نہ کہ مظلوم کے لیے اور وہ بالاتفاق مظلوم ہیں اور شہید رضی اللہ عنہ۔

ضمیمہ نمبر۳ .... بیعت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما

اب رہا یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کیوں بیعت کی اور کیوں اہل مدینہ کے ساتھ مل کر نہیں توڑی بلکہ اس کی مخالفت کی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کافی عرصہ قبل جان چکے تھے کہ یہ لوگ حکومت ہر گز نہیں چھوڑیں گے چاہے جو ہو جائے۔ وہ نہ اہل مدینہ کی رعایت کریں گے نہ اہل مکہ کی اور نہ حرمین کا احترام کریں گے اور اہل مدینہ بلا احترام جنگ نہیں جیت سکتے اس لیے خونریزی فضول ہوگی جس سے بچنا چاہیے۔ ایسے ہی حالات دیکھ کر وہ بہت عرصہ قبل سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئے تھے جس کی وجہ ایک واقعہ تھا جو اِن کے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان گزرا تھا۔ جس کی تفصیل عرض کرتا ہوں مگر اس سے پہلے اس گفتگو کا پس منظر بھی جو آگے بحوالہ بخاری شریف آنے والی ہے۔

بات یہ تھی کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بات دیکھ کر طے کیا تھا کہ ہم سب جہاد میں بھرپور حصہ لیں گے۔ اُنہوں نے پوری مملکت شام اور اُس سے آگے ترکی کا علاقہ بھی فتح کیا اِس لیے بنواُمیہ کا خیال یہ ہو گیا تھا کہ حکومت ہم زیادہ بہتر طرح کر سکتے ہیں۔ وہ خود کو اِس کا مستحق سمجھنے لگے تھے اور اِس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر و معاویہ رضی اللہ عنہم کا واقعہ نقل کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنے ابتدائی دور میں ایک مرتبہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف تشریف لائے تو اُنہوں نے ابن عمرؓ سے تنہائی میں ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا تھا مگر بڑے سخت الفاظ میں۔ بخاری شریف میں ہے :

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَنَوْسَاتُھَا تَنْطِفُ قُلْتُ قَدْ کَانَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَیْنَ فَلَمْ یُجْعَلْ لِّیْ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ فَقَالَتِ الْحَقْ فَاِنَّھُمْ یَنْتَظِرُوْنَکَ وَاَخْشٰی اَنْ یَّکُوْنَ فِی احْتِبَاسِکَ عَنْھُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰی ذَھَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعٰوِیَةُ قَالَ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَکَلَّمَ فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ فَلْیُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهٗ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ بِهٖ مِنْهُ وَمِنْ اَبِیْهِ قَالَ حَبِیْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَھَلَّا اَجَبْتَهٗ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فَحَلَّلْتُ حُبْوَتِیْ وَھَمَمْتُ اَنْ اَقُوْلَ اَحَقُّ بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْکَ مَنْ قَاتَلَکَ وَاَبَاکَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَخَشِیْتُ اَنْ اَقُوْلَ کَلِمَةً تُفَرِّقُ بَیْنَ الْجَمِیْعِ وَتَسْفِکُ الدَّمَ وَیُحْمَلُ عَنِّیْ غَیْرُ ذٰلِکَ فَذَکَرْتُ مَا اَعَدَّ اللّٰہُ فِی

الْجَنَانِ قَالَ حَبِیْبٌ حَفِظْتَ وَعَصَمْتَ. (بخاری شریف ص ۵۹۰ ج۲ باب غزوۃ الخندق)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ (اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا) کے پاس گیا، وہ سر دھوکر فارغ ہوئی تھیں، اُن کی لٹوں سے پانی ٹپک رہا تھا، میں نے کہا لوگوں کا معاملہ جو ہوا وہ آپ نے دیکھ ہی لیا ہے مجھے کوئی کام تفویض نہیں کیا گیا۔ وہ فرمانے لگیں کہ تم وہیں جاؤ وہ تمہارے انتظار میں ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اگر اُن کے پاس جانے سے رُکے رہے تو لوگوں میں افتراق پیدا ہوگا، اُنہوں نے (ان پر اتنا اصرار فرمایا کہ) اِنہیں وہاں بھیج کر ہی چھوڑا۔

جب لوگ اِدھر اُدھر ہو گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ جو کوئی اس کام میں (کارِ حکومت میں) بات کرنی چاہتا ہے تو وہ ہمارے سامنے اپنا سینگ نکالے (سر اٹھائے) یقیناً ہم اُس سے اور اُس کے باپ سے زیادہ حق دار ہیں، اس پر حبیب بن مسلمہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے انہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ فرمانے لگے کہ میں نے اپنی کمر کا بند کھولا اور اِرادہ کیا کہ اِن سے یہ کہوں کہ اس کام کا زیادہ حق دار تم سے وہ ہے کہ جس نے تم سے اور تمہارے والد سے اسلام کے لیے جہاد کیا تھا (لیکن بہن سے باتوں کے بعد) مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری زبان سے ایسی بات نہ نکل جائے جو جمع شدہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کر دے اور خونریزی ہو اور جو میں کہوں وہ بات تو رہ جائے اور دوسری باتیں میری طرف منسوب ہو جائیں۔ اس پر میں نے یاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے صبر وایثار کرنے والوں کے ساتھ جو جنتوں میں وعدہ فرما رکھا ہے۔ حضرت حبیب نے فرمایا کہ آپ بچ گئے اور (ہر طرح) محفوظ رہے''۔ (بخاری شریف باب غزوۃ الخندق)

جب انہیں مشیر بھی نہ بنایا گیا اور بہن اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی رائے بھی ایسی ہی دیکھی کہ یکسو رہنا ہی بہتر ہے۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ کے لیے سیاست و امارت اور مشاورت امیر وغیرہ سے دستبردار ہو گئے، ان کے بعد کے حالاتِ زندگی یہی بتلاتے ہیں۔ ادھر عام بنواُمیہ کا یہ رجحان بڑھتا ہی گیا، اور بعض

اوقات تو اِس نے بہت بدنما شکل بھی اختیار کرلی کیونکہ حکام بنواُمیہ نے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کے لیے جانشینی کی فضا ہموار کرنی شروع کردی تھی یہ اہل مدینہ کو پسند نہ تھا نہ وہ اِس کارروائی کو پسند کرتے تھے نہ یزید کو چاہتے تھے، مثلاً حدیث شریف میں آتا ہے :

كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ اِسْتَعْمَلَهٗ مُعٰوِيَةُ فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيْدَبْنَ مُعٰوِيَةَ لِكَيْ يُبَايِعَ لَهٗ بَعْدَ اَبِيْهِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ شَيْئًا فَقَالَ خُذُوْهُ فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوْا (بخاری شریف ص۷۱۵ ج۲ تفسیر سورۃ الاحقاف)

''مروان حجاز پر حاکم تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُسے وہاں کا عامل مقرر فرمادیا تھا، اُس نے خطبہ دیا تو یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا تاکہ اُس کے والد کے بعد اس سے بیعت کرلی جائے، اِس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے اس سے کچھ فرمایا تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اِسے پکڑو۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں چلے گئے، یہ لوگ نہ پکڑ سکے''۔

اس کے علاوہ بھی اس نے بدزبانی کی جو بخاری شریف کی اسی روایت میں ہے۔ غرض آل صدیق اکبرؓ اور آل عمر فاروقؓ کے ساتھ ان لوگوں کا یہ رویہ تھا یہ حالات حضرت ابن عمرؓ کے سامنے تھے اور جیسا کہ گزر چکا ہے وہ پہلے سے ہی نظروں میں آچکے تھے اس لیے ان کا بیعت نہ ہونا مشکل تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ بھی کہیں اور چلے جاتے اور چھپ جاتے۔ ایسا انہوں نے نہیں کیا۔

ان حالات میں آپ ہی بتائیں کہ صحابۂ کرام کا یزید کی امارت پر بیعت کرنا کیا اس کے شرف کی وجہ سے ہے یا اس کے فتنہ سے بچنے کے لیے ہے۔

اہل مدینہ کے قلوب میں یزید سے محبت نہ تھی اور اطلاعات ملنے کے بعد شدید نفرت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے بیعت فسخ کردی اُس کے نائب اور اہل خاندان کو مدینہ پاک سے نکال دیا۔

حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تاریخی حصہ کو محدثین وشارحین حدیث سے لیکر یوں تحریر فرمایا ہے کہ یزید بن معاویہؓ نے مدینہ منورہ میں اپنے چچازاد بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیانؓ کو

امیر بنادیا تھا۔عثمان نے اہل مدینہ کی ایک جماعت یزید کے پاس وفد کے طور پر بھیجی۔

ان میں عبداللہ بن غسیل الملئکہ اور عبداللہ بن ابی عمرو المخزومی وغیرہ تھے۔ یزید نے ان کا اکرام کیا انہیں جائزے دیے پھر یہ واپس آئے تو انہوں نے یزید کے عیب ظاہر کیے اور اس کی طرف شراب پینا منسوب کیا اور بھی خرابیاں بیان کیں پھر عثمان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اسے مدینہ سے نکال دیا اور یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی۔(بخاری ص۱۰۵۳ ج ۲ حاشیہ نمبر۷ طبری ف۔قس)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ لکھتے ہیں :

یزید کے پاس سے جب یہ لوگ واپس آئے تو اُس کی بیعت توڑ دی عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت کر لی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو بھیجا اُس نے اہل مدینہ پر زبردست حملہ کیا۔اس میں نمایاں حضرات میں سے ایک ہزار سات سو اور عام لوگوں میں سے دس ہزار آدمیوں کو قتل کیا،عورتیں اور بچے اس کے سوا ہیں۔(بخاری شریف ص ۴۱۵ حاشیہ ۱۱ ج۱ بحوالہ قسطلانی)

اسی میں عبداللہ بن حنظلہؓ بھی شہید ہوئے۔وہ بھی صحابی تھے۔(رؤیۃ تہذیب ص۱۹۳ ج۵)

اور حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے (جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی اور مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے والوں میں تھے۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۶۳ھ کے اواخر میں پیش آیا۔(تہذیب التہذیب ص۲۲۳ ج۵)۔

لوٹ اور قتل عام :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی تلوار کی نیام میں جناب رسول اللہ ﷺ کا عطا فرمودہ قیراط رہا کرتا تھا۔(بخاری ص۳۱۰ ج۱) جسے اہل شام نے حرہ کے موقعہ پر لے لیا حَتّٰی اَصَابَهَا اَهْلُ الشَّامِ يَوْمَ الْحَرَّةِ۔ (بخاری شریف ص۳۵۵ ج۱)۔

اِس لوٹ مار اور قتل وغارتگری کی جو تین دن جاری رہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں اطلاع ملی تو وہ بہت غمزدہ ہوئے۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ حَزِنْتُ عَلٰى مَنْ اُصِيْبَ بِالْحَرَّةِ. (بخاری ص ۷۲۸ ج۲)

حاشیہ میں حرہ کے بارے میں تحریر ہے :

یہ سیاہ رنگ کی پتھریلی زمین ہے۔ وہاں ۶۳ھ میں یہ جنگ ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی کیونکہ انہیں اطلاع پہنچی تھی کہ وہ قصداً مفاسد کا ارتکاب کرتا ہے تو یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو بڑا لشکر دیکر بھیجا۔ اُس نے اہل مدینہ کو شکست دی اور مدینہ منورہ میں لوٹ مار کی، اِس میں انصار میں سے بہت ہی زیادہ لوگ قتل کیے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اُن دنوں بصرہ میں تھے۔ انہیں اس کی خبر پہنچی تو وہ انصار کے شہداء کی وجہ سے غمگین ہوئے۔ (بخاری ص ۷۲۸ ج ۲ حاشیہ ۹ بحوالہ قس۔ خ)

اسی میں ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا :

فَکَتَبَ اِلَیَّ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ وَبَلَغَہٗ شِدَّۃُ حُزْنِیْ یَذْکُرُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ. (بخاری ص ۷۲۸ ج ۲)

تو مجھے زید بن ارقم رضی اللہ علیہ نے جب انہیں میرے شدید غمگین ہونے کی اطلاع ملی تو (میری تسلی کے لیے) خط لکھا۔ اِس میں انہوں نے یہ ذکر فرمایا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! تو انصار کو بخش دے اور اُن کی اولاد کو بخش دے۔

یزید کے مداح لوگ جو پیدا ہو رہے ہیں تاریخ کے اِس عظیم حصہ کو اور بنی اُمیہ کی سلطنت کے ختم ہوجانے کے حصہ کو تاریخ ہی سے مٹانے کی کوشش میں رہتے ہیں جو بڑی خیانت ہے۔ اس نے اہانت حرمین کی تو حکومت بنی اُمیہ سے اتنی نفرت پیدا ہوئی کہ حکومت ہی ایک دفعہ ختم ہوگئی۔

اور ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :

وَاَمَّا مَا فَعَلَہٗ بِاَھْلِ الْحَرَّۃِ فَاِنَّھُمْ لَمَّا خَلَعُوْہُ وَاَخْرَجُوْا نُوَّابَہٗ وَعَشِیْرَتَہٗ اَرْسَلَ اِلَیْھِمْ مَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ یَطْلُبُ الطَّاعَۃَ فَامْتَنَعُوْا فَاَرْسَلَ اِلَیْھِمْ مُّسْلِمَ بْنَ عُقْبَۃَ الْمُرِّیَّ وَاَمَرَہٗ اِذَا ظَھَرَ عَلَیْھِمْ اَنْ یُّبِیْحَ الْمَدِیْنَۃَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ وَھٰذَا ھُوَ الَّذِیْ عَظَّمَ اِنْکَارَ النَّاسِ لَہٗ مِنْ فِعْلِ یَّزِیْدَ وَلِھٰذَا قِیْلَ لِاَحْمَدَ اَتَکْتُبُ الْحَدِیْثَ عَنْ یَّزِیْدَ قَالَ لَا وَلَا کَرَامَۃَ اَوَ لَیْسَ ھُوَ الَّذِیْ فَعَلَ بِاَھْلِ

الْمَدِیْنَةِ مَافَعَلَ. (منهاج السنة ج۲ ص ۲۵۳)

''رہا وہ جو اُس نے اہل حرہ کے ساتھ کیا تو جب اہل مدینہ نے اسے حاکم ماننے کی بیعت فسخ کر دی اور اُس کے نائبوں اور اہل خاندان کو مدینہ شریف سے نکال دیا تو اس نے بار بار اِن کے پاس پیغام بھیجے کہ وہ اِس کی اطاعت قبول کریں اور وہ اس کی بات ماننے سے رُکے رہے تو اس نے ان کے پاس مسلم بن عقبہ مری کو سالار جیش بنا کر روانہ کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ جب وہ اہل مدینہ پر غلبہ پالے تو مدینہ شریف کو تین دن قتل و غارتگری کے لیے اپنے لشکر والوں کے لیے مباح کر دے اور یہی یزید کا وہ فعل ہے کہ جس نے اس پر لوگوں کے اعتراض کو بڑھا دیا اسی لیے جب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم یزید کی حدیث لکھ لیں تو انہوں نے فرمایا نہیں اور اس سے حدیث لکھنا کوئی اچھی بات نہیں کیا وہ وہی شخص نہیں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا کیا کچھ کیا ہے۔''

آپ کو ان معتبر ترین حوالوں سے واضح طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ صحابۂ مدینہ منورہ کی بیعت سے اسے کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوئی اور جو کچھ اس نے اہل مدینہ سے انتقام لینے کے لیے کارروائی کی وہ اس کے لیے کلنگ کا ٹیکہ ہے جسے حضرت ابن عمرؓ کی مذکورہ الصدر نوعیت کی بیعت نہیں مٹا سکتی اور اہل مدینہ کی وجہ سے آپ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی ملاحظہ فرمالی تو کتاب الزہد میں ان کا یزید کی تعریف کرنا اور اس کا زہد نقل کرنا بعید از قیاس ہے۔ اس کے لشکر نے مدینہ منورہ کے بعد مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی لڑائی جاری تھی کہ یزید کا انتقال ہو گیا۔ اس جرم سے اس کی توبہ ثابت نہیں ہے اس لیے بعض علماء نے اسے فاسق کہا ہے اور بعض نے اس کی تکفیر تک کر دی ہے۔ حضرت نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یزید کی جب موت واقع ہوئی تو اس کے لشکروں نے حضرت ابن زبیرؓ کا (مکہ مکرمہ) کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ابن زبیرؓ نے یزید کی زندگی میں اپنی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ جب یزید کی ربیع الاول ۶۴ھ میں موت ہو گئی تو لوگوں نے ابن زبیرؓ سے بیعتِ خلافت کی۔ حجاز میں ان کی خلافت قائم ہو گئی اور باقی علاقوں نے معاویہ بن یزید بن معاویہؓ کی خلافت کی بیعت کی لیکن وہ تقریباً چالیس دن زندہ رہ کر انتقال کر گیا۔ تو پھر مملکت کے اکثر علاقوں نے ابن زبیرؓ کی بیعت قبول کر لی۔ عراق حجاز یمن اور سارے مشرق کے علاقوں میں مصر میں اور شام کے تمام شہروں میں حتیٰ کہ دمشق (دارالخلافہ) میں بھی اِن کی حکومت قائم ہو گئی۔ ان کی

بیعت قبول نہ کرنے والے تمام بنی اُمیہ تھے یا اُن کے ہم نوا۔ اور یہ فلسطین میں تھے اور ان سب نے مل کر مروان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی الخ (از فتح الباری حاشیہ ۵ ص ۱۰۶۹ بخاری ج ۲)۔

غرض یزید کی حرمین سے بدسلوکی کا اثر یہ ہوا کہ بنی اُمیہ کی حکومت روئے زمین سے ختم ہوگئی۔ دوبارہ مروان نے اسے قائم کرنا شروع کیا لیکن صرف چھ ماہ بعد ۶۵ھ میں اِس کا انتقال ہوگیا پھر اُس کے بیٹے عبدالملک اور حجاج بن یوسف نے کوشش اور لڑائیاں شروع کیں حتی کہ جمادی الاولی ۷۳ھ میں کامیاب ہوا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو حجاج نے شہید کردیا اس لیے یزید کے مداح حجاج کی بھی تعریفیں کرتے ہیں کیونکہ اُس کی کمان میں دوبارہ بنواُمیہ کی حکومت قائم ہوئی۔

حامد میاں غفرلہ

۴؍ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ ۲؍اگست ۱۹۸۴ء

جامعہ مدنیہ لاہور

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر شام 5:30 بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔

نوٹ : کبھی اچانک کسی مجبوری کی وجہ سے درس اپنے مقررہ وقت پر نہیں ہوتا لہٰذا زحمت سے بچنے کے لیے مستورات ایک دن پہلے فون پر رابطہ کرلیا کریں۔ (ادارہ)

فون رابطہ : 042-5162725 042-7726702